انجمن ترقی اردو
حیدرآباد دکن

تار کا پتہ
"انجمن" علی گڑھ

رجسٹرڈ ایل ۹۲۲
نمبر ۲۹

ہماری زبان

انجمن ترقی اردو ہند علی گڑھ کا پندرہ روزہ اخبار

فی پرچہ دو آنے | سالانہ چندہ دو روپے

جلد ۱۴	۱۵ جنوری ۱۹۵۵ء	ایڈیٹر قاضی عبدالغفار	۱۹ جمادی الاول ۱۳۷۴ھ	نمبر ۲

کچھ غلط کچھ صحیح

اگر اخباروں کی اطلاع صحیح ہے تو سنا گیا ہے کہ شیعہ کانفرنس کے سالانہ اجلاس میں تقریر کرتے ہوئے ہندوستان کے نائب وزیر محنت مسٹر عابد علی نے کہا کہ اردو کو صرف مسلمانوں کی زبان کہنا صحیح نہیں ہے اس لئے کہ مسلمانوں کے مقابلے میں اردو جاننے والوں کی تعداد کہیں زیادہ ہے۔ لیکن ساتھ ہی انھوں نے یہ بھی کہا کہ جو مسلمان ہندی کی ترویج و اشاعت کی مخالفت کرتے ہیں وہ دراصل اردو کو نقصان پہنچا رہے ہیں۔

ہمارے علم و یقین میں ہندوستان کا کوئی ایک مسلمان بھی اب ایسا نہیں جس نے ہندی کو سرکاری زبان کی حیثیت سے قبول نہ کر لیا ہو یا جو کسی پیرائے میں بھی ہندی کی مخالفت کر رہا ہو۔ برخلاف اس کے ہم یہ محسوس کرتے ہیں کہ بعض لوگ جن کی مادری زبان اردو ہے اب اپنے بچوں کے لئے اردو کو ترک کر کے ہندی پڑھنے پر زیادہ زور دے رہے ہیں۔ یہ رجحان ایک غلط اندیشی پر مبنی ہے یعنی یہ کہ جن بچوں کی مادری زبان اردو ہے ان کو اگر اپنی مادری زبان کی تعلیم دی جائے گی تو وہ آسانی سے تعلیم حاصل کر سکیں گے حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ ایسے بچوں کا تہذیبی شعور ٹوٹ جائے گا اور وہ گھر کے رہیں گے نہ گھاٹ کے۔ انجمن کی مستقل پالیسی یہ ہے کہ وہ اردو اور ہندی دونوں کی تعلیم پر اور دونوں کی ترقی اور اشاعت پر زور دے۔ خدا جانے عابد علی صاحب کو کہاں کوئی ایسا مسلمان مل گیا جس کو انھوں نے ہندی کا مخالف پایا۔ اس قسم کے غیر ذمہ دارانہ بیانات سے جو غلط فہمی مسلمانوں کے متعلق پیدا ہو سکتی ہے وہ ظاہر ہے۔ ہم یقین نہیں کر سکتے کہ عابد علی صاحب نے ایسا کہا ہو لیکن ان کے اس قول کی تشہیر اخباروں میں بہت ہو چکی ہے اور اگر یہ خبر صحیح ہے تو ہم اس قسم کے بے سروپا الزام کی شدت کے ساتھ تردید کرتے ہیں۔

اسی کے ساتھ موصوف کا یہ فرمانا کہ جو اردو والے ہندی کی مخالفت کر رہے ہیں وہ دراصل اردو کو نقصان پہنچا رہے ہیں اس سے بھی زیادہ بے سروپا معلوم ہوتا ہے۔ بلکہ یہ بالکل الٹی بات ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ جو ہندی والے اردو کی مخالفت کر رہے ہیں وہ خود ہندی کو نقصان پہنچا رہے ہیں۔ اور یہ بات ہندی کے بڑے بڑے حامیوں کی زبان سے بھی ادا ہو چکی ہے۔ تعجب ہے کہ عابد علی صاحب کے سوچنے اور ذہن کا یہ کیا انداز ہے کہ خواہ مخواہ انھوں نے یہ اشارہ کر کے کچھ مسلمان بھی ایسے ہیں جو ہندی کی مخالفت کر رہے ہیں، اردو کے دشمنوں کو ان کی بدگوئی کے لئے ایک سند عطا کر دی — کیا اچھا ہو کہ سرکاری عہدہ دار اس مسئلے پر کچھ فرمانے کی زحمت ہی گوارا نہ کریں۔

اگر یہ خبر غلط ہے اور عابد علی صاحب کی تقریر کا جو اقتباس شائع ہوا ہے وہ صحیح نہیں ہے تو موصوف کو چاہیے کہ وہ اس کی فوراً تردید کر دیں۔

ہلکے ہلکے اشارے

—— مدراس کے وزیر تعلیم نے ایک سوال کے جواب میں بتایا کہ مدراس پردیش میں ہندی کی تعلیم لازمی نہیں رکھی جائے گی بلکہ اس کی حیثیت صرف اختیاری زبان کی ہوگی!

—— یہ اس صوبہ کا حال ہے جس کی علاقائی زبان کے متعلق دعویٰ یہ ہے کہ وہ سنسکرت سے پیدا ہوئی اور اس کا رسم الخط دیوناگری سے ملتا جلتا ہے۔

—— کیا جنوبی ہند کی اس ہندی دشمنی کا بدلہ شمالی ہند کے اردو دوستوں سے لیا جا رہا ہے؟

—— لکھنؤ ۲۴؍ دسمبر۔ یوپی قانون ساز کونسل میں پنڈت کملاپتی ترپاٹھی وزیر اطلاعات نے حکیم برج لال کو بتایا کہ اس وقت صوبے میں ۳۰۰ اخبارات شائع ہوتے ہیں جن میں سے ۴۲ روزنامہ ۲۵۴ ہفتہ وار پانچ سہ روزہ ۸۰ پندرہ روزہ ۴۴۳ ماہواری ۱۰ سہ ماہی اور ۴۷ سالانہ شائع ہوتے ہیں ان میں ۵۵۰ ہندی، سنسکرت ۵ بنگالی ۵ گورمکھی ۹۹ انگریزی اور ۲۰۸ اردو کے ہیں۔

—— ۲۰۸!! ایسی زبان کے اخبار جو صرف علاقائی تسلیم نہیں کی جاسکتی بلکہ جس کا اتر پردیش میں کوئی وجود نہیں!! اور یہ تو صرف آٹے میں نمک!!

—— بدایوں۔ محمد پٹیالی سرائے میں شہر کے مقتدر اہل ہنود کی سرکردگی میں ایک ادبی انجمن وجود میں آیا ہے جس کا مقصد ترقی و تحفظ اردو اور اضافہ تصنیف و تالیف ہوگا۔ انجمن کا نام "معراج الادب" رکھا گیا ہے بانیان انجمن میں جناب منوہر صاحب وکیل صدر انجمن، حکیم چمن لال صاحب جوہر، جناب سرشی چندر صاحب بجنوری وکیل، بابو اوما شنکر صاحب شمیم وغیرہ کے نام خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

اس انجمن کے تحت بہت جلد ایک آل انڈیا مشاعرہ ہونے والا ہے اور ہر ماہ اس انجمن کے تحت ایک مقامی مشاعرہ بھی ہوا کرے گا۔ بدایوں کے حامیان اردو میں اس انجمن کے قیام سے ہمدردی کی ایک تازہ لہر پیدا ہو گئی ہے۔

—— مشاعروں کی ان "تازہ لہروں" نے تو اب تھکا دیا ہے۔ تحفظ اردو کا کام گویا بس اتنا ہی ہے کہ ایک آل انڈیا مشاعرہ ہو جائے اور ہر ماہ مقامی مشاعرے ہوا کریں —— یہی معراج الادب ہے!! ان احباب سے کون کہے کہ

ترسم نہ رسی بکعبہ اے اعرابی
کیں رہ کہ تو میروی بہ ترکستان است!!

معراج الادب یہ تو نہیں کہ اردو کی تعلیم کا انتظام کیا جائے، مدرسے اور مکتب قائم کئے جائیں اور مدرسوں میں اردو کی تعلیم کے لئے جد و جہد کی جائے بلکہ یہ ہے کہ دن رات مشاعرے ہوتے رہیں —— سفر میں تنگ اور ہمتیں پست ہیں!! —— کس زبان سے کہیں فہم!!

—— ناگپور ۱۸؍ دسمبر۔ ناگپور یونیورسٹی کانووکیشن ہال میں بزم ادب اردو ناگپور یونیورسٹی کا جلسہ ہوا جس میں سر کردہ اشخاص موجود تھے صدر بزم ادب نے معزز مہمان جناب شنکرے کرتی پنڈت کنجی لال دوبے صاحب وائس چانسلر ناگپور یونیورسٹی، اسپیکر مدھیہ پردیش اسمبلی کا تعارف کرایا۔ جناب پنڈت کنجی لال دوبے نے اردو زبان کی تاریخ پر روشنی ڈالتے ہوئے امیر خسرو اور ولی دکنی کا ذکر کیا۔ مومن۔ میر۔ غالب۔ چکبست۔ اقبال وغیرہ کے بہترین اشعار سنائے اور ان کے اسلوب بیان کی تعریف کی۔

—— آپ نے فرمایا اردو شیریں اور نہایت دلکش زبان ہے جو ہندو مسلم اتحاد کی نشانی ہے۔ ہندی اور اردو زبانیں دراصل دو سگی بہنیں ہیں ان دونوں زبانوں کو فروغ دینے کے لئے ہمیں زیادہ توجہ دینی چاہیے۔

—— یہ تو فرماتے ہیں ناگپور یونیورسٹی کے وائس چانسلر —— اور ناگپور کی کارپوریشن کو اصرار ہے کہ اردو کے تمام اسکول بند کئے جائیں!! "ایک بام دو ہوا"!! اسی کو کہتے ہیں!! ایک آنکھ میں تیر ایک آنکھ میں نشتر

—— مرکزی حکومت کے وزیر تجارت بیچارے کس مشکل میں ہیں کہ ہندی میں سوالوں کا جواب نہیں دے سکتے۔ گھبرا گھبرا کر انگریزی کا ترجمہ ایسی زبان میں کرتے ہیں جو نہ ہندی ہے نہ اردو نہ فارسی! مثلاً ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے انھوں نے فرمایا کہ

"یہ بات سوچیال میں ہے"

یعنی زیر غور ہے!!

—— پھیر پھیر کر ہندی بولنے کے لئے اردو ہی کا سہارا لینا پڑتا ہے!!

—— مہاراج کمار کالج میں اردو لٹریری ایسوسی ایشن کا افتتاح کرتے ہوئے مسٹر آر کے ترپاٹھی پرنسپل کالج نے کہا کہ "اردو زبان ہندوستان کی وہ مایہ ناز زبان ہے جس پر ہم جتنا بھی فخر کریں کم ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ اردو نے ہی ہمیں ایک نئی تہذیب سے روشناس کرایا۔"

—— آپ نے کہا کہ سمجھ میں نہیں آتا کہ لوگ اردو کو پاکستانی زبان کیوں کہتے ہیں جبکہ پاکستان کے نوے فیصدی لوگ مختلف زبانیں بولتے ہیں جن میں سندھی، پنجابی اور بنگالی زبانیں بھی شامل ہیں سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے موصوف نے کہا کہ میں اپنے بیس سالہ تجربہ کی بنا پر

یہ کہہ سکتا ہوں کہ صوبہ راجستھان ترقی میں دوسرے صوبوں سے اس لئے پیچھے رہا کہ یہاں اردو کو فروغ نہیں دیا گیا۔

پرنسپل صاحب اتر پردیش میں تشریف لائیں تو ان کے خیالات کی کچھ اصلاح کی جائے!!

انجمن کی خبریں

دہلی

دہلی ۲۰ر جنوری۔ اردو ایک صحت مند ادب ہے۔ وہ زندگی کے ہر شعبے پر اثر انداز ہوتی ہے۔ اردو ترقی پذیر ہے۔ اور میں مایوسی کی کوئی وجہ نہیں پاتا۔ حکومت کے زیر سایہ زبان ترقی تو کر سکتی ہے۔ لیکن اس کی عدم توجہی سے مٹ نہیں سکتی۔ اردو ایک ہمہ گیر زبان ہے۔ اس کی مٹھاس اور اس کی شیرینی کا کوئی دوسری زبان مقابلہ نہیں کر سکتی۔ مجھے یقین ہے کہ عوام کی یہ محبوب زبان پہلے سے زیادہ آفتاب کی درخشانی کی طرح ہمارے اس وطن بھارت میں اپنا اعلیٰ مقام پیدا کرے گی۔ یہ ہیں وہ الفاظ جو جناب حضرت مولانا حفظ الرحمٰن صاحب ممبر پارلیمنٹ و ناظم عمومی جمعیۃ علماء ہند نے انجمن ترقی اردو کے سالانہ جلسہ میں تقریر کرتے ہوئے کہے۔

جلسہ کی صدارت پنڈت مالک رام نے کی۔ دوسری تقریر مسٹر شیدانی کی اور متعدد شعراء نے اپنا کلام پیش کیا۔

محترمہ حمیدہ سلطان نے انجمن کی سالانہ رپورٹ پیش کی۔

شرکاء اجلاس میں جناب شنکر پرشاد سابق چیف کمشنر دہلی، ڈاکٹر سعید انصاری، ڈاکٹر سلامت اللہ، افضل اقبال خاں، ڈاکٹر حسن افضل خاں اور لالہ شام ناتھ کے نام قابل ذکر ہیں۔ جلسہ دہلی کے ٹاؤن ہال میں ہوا۔

حضرت مولانا حفظ الرحمٰن صاحب نے اپنی تقریر شروع کرتے ہوئے کہا کہ زبان کے ایک سیدھے سادے مسئلہ کو سیاسی الجھنوں میں پھنسا دیا گیا ہے اور خالص ادبی نقطۂ نظر کے بجائے اس مسئلہ کو بالکل دوسرے رنگ میں پیش کیا جا رہا ہے۔ زبان کو خاص اہمیت اس لئے حاصل ہے کہ وہ غیر ارادی طور پر شعبۂ حیات کے ہر پہلو پر اثر انداز ہوتی ہے۔ ہماری تمدنی اور ثقافتی زندگی زبان کی ترقی پر موقوف ہے اور زبان ایک ٹکسال ہے جس پر کھرے کھوٹے کو پرکھا جاتا ہے۔ اس حقیقت کے پیش نظر اگر ہم صرف زبان اور اس کی ترقی اور اس کے عروج پر بحث کریں تو زبان کا مسئلہ بالکل آسان ہو جائے گا اور کوئی لسانی کشمکش باقی نہ رہے۔

اردو زبان سے بحث کرتے ہوئے حضرت مولانا نے کہا کہ اردو زبان اور اس کی ادبیت سے ہر شخص متاثر ہوتا ہے۔ کوئی شخص اردو کی کتنی بھی مخالفت کرے اس سے انکار نہیں کر سکتا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اردو کا حسن اس کی وسعت اس کی حلاوت اس کی بلند معنوی اور اس کی شیرینی ہر شخص کو اپنی طرف کھینچتی ہے۔

مولانا نے کہا کہ ایک مرتبہ پارلیمنٹ میں اردو میں تقریر ہو رہی تھی کہ ایک مدراسی ممبر نے کہا کہ میں اس تقریر کا ایک لفظ نہیں سمجھ سکا۔ لیکن اس زبان میں میں نے اتنی مٹھاس محسوس کی کہ دل چاہتا تھا سنتے جاؤ اور ـــــــ واقعہ یہ ہے کہ اردو زبان مٹھاس عوام کو خود بخود کھینچتی ہے اور دل کی گہرائیوں تک پہونچتی ہے۔

سلسلہ تقریر جاری رکھتے ہوئے حضرت مولانا نے کہا کہ اگرچہ اس وقت جدید سائنسی علوم و فنون بہت کچھ ترقی کر گئے ہیں لیکن حیدرآباد کی پچھلی تاریخ اس بات کی شاہد ہے کہ اردو زبان کا دائرہ تنگ نہیں ہے۔ اور اس زبان میں ہر قسم کے الفاظ موجود ہیں اردو ایک صحت مند ادب ہے اور زندگی اور حیات کے لئے اس سے بہترین نشو و نما ملتی ہے۔

مولانا نے اس بات پر بہت زور دے کر کہا کہ میں اردو کی طرف سے بالکل مایوس نہیں ہوں۔ میں کہہ سکتا ہوں کہ اردو ترقی پذیر ہے میں مایوسی کی کوئی وجہ نہیں پاتا۔ زبان حکومت کی محتاج نہیں ہے۔ مغلوں کا آخری دور ہمارے سامنے ہے۔ حکومت کا زوال تھا۔ لیکن اردو زبان نکھر رہی تھی اور اسے وسعت حاصل ہو رہی تھی۔ ہر چیز کے دو پہلو ہیں۔ ایک پہلو یہ ہے کہ وہ حوادث کا شکار ہو اور دوسرا یہ کہ وہ حوادث سے نکل کر ترقی کی منزل کی طرف بڑھے۔ زندہ زبان ہمیشہ حوادث سے نکل کر آگے بڑھتی ہے۔ اردو زبان ابھی ٹھہراؤ پر ہے اور مجھے یقین ہے کہ عوام کی یہ محبوب زبان پہلے سے زیادہ آفتاب کی درخشانی کی طرح ہمارے اس وطن بھارت میں اپنا اعلیٰ مقام پیدا کرے گی۔

حضرت مولانا نے یہ بتاتے ہوئے کہ زبان کا کوئی مذہب نہیں کہا کہ "زبان حکومت کے زیر سایہ ترقی تو کر سکتی ہے لیکن اس کی عدم توجہی سے مٹ نہیں سکتی۔ میں مثبت کی افادیت کو تسلیم کرتا ہوں لیکن منفی نقصان کو ضرر رساں محسوس نہیں کرتا۔ اردو زبان اتنی ہمہ گیر اور وسیع ہے کہ وہ قصبات اور شہروں میں خود بخود پھیلتی ہے۔

آپ نے انجمن ترقی اردو کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ وہ اپنے ادارہ کی طرف سے اس کی ترقی اور اس کی مقبولیت کے لئے ایسی کوشش کرے کہ شعبۂ حیات پر چھا جائے اور اردو کی کچھ نہ کچھ عملی خدمت کی جائے محض مرثیہ خوانی سے ترقی نہیں ہو سکتی اس کے لئے مولانا نے تجویز کیا کہ تعلیم بالغان کے مرکز کھولے جائیں۔ پمفلٹ چھپوا کر تقسیم کئے جائیں۔ اور اسی طرح دوسرے اقدامات کئے جائیں اس سے اردو اور زیادہ وسعت اور ہمہ گیر حیثیت حاصل کرے گی۔ اس لئے کہ اردو کی آغوش بہت وسیع ہے اور اسے مٹھاس سے محبت ہے۔

مولانا نے یہ مشورہ بھی دیا کہ ہندی اردو کی کشمکش کسی

مرحلہ پر بھی پیدا نہ ہونے دی جائے کیونکہ زبانوں سے کبھی نفرت نہیں کرنی چاہیے جو زبان سے نفرت کرتا ہے وہ زبان سے اچھی طرح واقف نہیں وہ ادیب ادیب نہیں ہے جو دوسری زبان سے نفرت کرے۔ زبان کے معاملے کو پولیٹکل میدان میں گھسیٹ کر لانا کسی طرح بھی درست نہیں۔ اردو زبان پولیٹکل اسٹیج کی مردہ لاش نہیں ہے جسے اس میدان میں گھسیٹا جائے۔ یہ ایک زبان ہے۔ جس کی ترقی کی آزادی ہمارے دلوں کی اور ہمارے قلوب کی صدا ہے۔

جنرل سکریٹری کی رپورٹ

محترمہ حمیدہ سلطان جنرل سکریٹری انجمن ترقی اردو شاخ دہلی نے اپنی سالانہ رپورٹ پیش کرتے ہوئے کہا کہ اگر یہ پوچھا جائے کہ ہم نے اردو کے بہی خواہ ہونے کی حیثیت سے اس کو فروغ دینے کی کیا کوشش کی تو شاید اس کا جواب کچھ ایسا افزا نہ ہوگا۔ آئے دن کے مشاعروں سے ملک کا مذاق دن بدن بگڑتا جا رہا ہے۔ یہ صورت حال پہنچنے کی نہیں نہ اس سے اردو کو کوئی فائدہ پہنچ سکتا ہے۔ ہماری انجمن کے تمام ممبران کو اپنے اپنے حلقے میں مکتب کھولنے چاہئیں۔ ہم محکمہ تعلیم دہلی کے مشکور ہیں کہ ہماری سالانہ امدادی رقم اس سال بھی مل گئی ہے۔ حکومت دہلی کا برتاؤ اردو کے ساتھ قابل ستائش ہے۔ لیکن کبھی کبھی اس کی مخالفت اسمبلی اور میونسپلٹی میں ہوتی رہتی ہے یہ بات دہلی والوں کے لئے قابل افسوس بھی ہے اور باعث شرم بھی کہ دہلی جو اردو کی جنم بھومی ہے وہیں اس کو ختم کرنے کی کوشش کی جائے۔

لکھنؤ یوپی میں انجمن ترقی اردو (ہند) کی صوبائی شاخ کے عہدیدار اور اراکین کا انتخاب یکم جنوری ۲ بجے دن کو لکھنؤ سنٹرل ہوٹل میں ہوا۔ مرکزی انجمن کے جنرل سکریٹری قاضی محمد عبدالغفار صاحب جو اس انتخابی اجلاس کی صدارت کرنے والے تھے اپنی صحت کی خرابی کی وجہ سے تشریف نہیں لائے اور اپنی جگہ پر پروفیسر آل احمد سرور صاحب کو نامزد کر دیا۔ جنھوں نے بہت ہی سلیقہ کے ساتھ صدارت کے فرائض انجام دیئے۔

۲۲ نمائندگان الہ آباد۔ بنارس۔ بلند شہر۔ گلاوٹھی۔ ملیح آباد نان پارہ۔ فیروز آباد۔ امروہہ۔ کان پور۔ بہورد ا۔ شمشش آباد۔ بستی مسلم یونیورسٹی علی گڑھ اور لکھنؤ سے شریک اجلاس ہوئے اور لکھنؤ کے کافی بحث مباحثے کے بعد پنڈت کشن پرشاد کول صاحب کو صدر۔ حاجی ذوالفقار اللہ الہ آباد۔ پنڈت بشمبھر ناتھ الہ آباد۔ سید مسعود حسین رضوی قاضی عدیل عباسی بستی کو نائب صدر منتخب کیا۔ حیات اللہ انصاری صاحب جنرل سکریٹری اور ان کی بیگم صاحبہ کے ساتھ ساتھ سلیمان اعظمی وکیل باتسی ضلع بستی جوائنٹ سکریٹری بنائے گئے۔

خزانچی کا عہدہ ... احتشام حسین رضوی کو دیا گیا اور پانچ افراد پر مشتمل ایک کمیٹی بنی جس کا کام یہ ہوگا کہ وہ دو ماہ کے اندر اندر صوبائی شاخ کے قواعد وضوابط بنا کر کونسل کے سامنے پیش کرے گی اور کونسل ان تمام نمائندوں کی ہوگی جو یکم جنوری کے اجلاس میں شریک تھے دستور ساز کمیٹی میں ریاض الدین احمد صاحب پرنسپل مجیدیہ کالج الہ آباد قاضی محمد عدیل عباسی صاحب بستی۔ ڈاکٹر مسعود حسین رضوی صاحب لکھنؤ پنڈت کشن پرشاد کول صاحب۔ حیات اللہ انصاری صاحب شامل ہیں۔

ایک صدر چار نائب صدر۔ ایک جنرل سکریٹری دو جوائنٹ سکریٹری اور ایک خازن کل نو عہدے داروں کے علاوہ چودہ ادیبوں کی ایک کمیٹی بھی بنائی گئی جن کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔

قاضی محمد عبدالغفار جنرل سکریٹری انجمن ترقی اردو ہند علی گڑھ شیو ناتھ پرشاد لکچرار ڈی۔ اے۔ وی کالج بنارس جنرل سکریٹری انجمن ترقی اردو بنارس۔ راحت علی خاں نان پارہ۔ سید ابو البیان شمشش آباد۔ محمد ابراہیم ہیڈ ماسٹر مفید عام اسکول جنرل سکریٹری انجمن ترقی اردو گلاوٹھی ضلع بلند شہر۔ عابد اللہ غازی جنرل سکریٹری مسلم یونیورسٹی یونین علی گڑھ۔ صدر الدین احمد امروہہ ضلع مراد آباد۔ سکینہ اکبر آبادی آگرہ۔ جلیل احمد خاں بجنور۔ ریاض الدین احمد پرنسپل مجیدیہ کالج الہ آباد۔ راؤ عبدالسمیع خاں کان پور۔ خضر برنی جنرل سکریٹری انجمن ترقی اردو بلند شہر نعیم الحق عراقی بہورد ا ضلع بلیا۔ تبارک اللہ گورکھپور۔

انتخابی کارروائی کے اجلاس سے پہلے ایک بے ضابطہ اجلاس بھی ہوا جس میں نمائندگان نے مختلف موضوعات پر تبادلہ خیال کیا۔ اس اجلاس کا اعلان نہیں کیا گیا تھا اس کی کسی کو اطلاع تھی۔ اسی دن رات کے آٹھ بجے شب ایک اجلاس اور بھی ہوا جس کی صدارت ڈاکٹر مسعود حسین رضوی نے کی۔ اس اجلاس میں تین تجویزیں منظور کی گئیں۔

پہلی تجویز میں حکومت سے مطالبہ کیا گیا کہ اس کے جاری کردہ سرکلر پر بعض اضلاع کو چھوڑ کر پورے صوبے میں کوئی عمل نہیں ہو رہا ہے اور جن پرائمری اسکولوں میں سرکلر کے مطابق شرطیں پوری ہو رہی ہیں۔ وہاں بھی اردو کی تعلیم کا کوئی انتظام نہیں ہے اس لئے حکومت کو چاہئے کہ وہ میونسپل بورڈ کے ذمہ داروں کو خصوصی ہدایات بھیجے کہ وہ سرکلر کے مطابق اردو کی تعلیم کا انتظام کریں۔

دوسری تجویز میں اس صورت حال کے خلاف احتجاج کیا گیا جو بورڈ نے ۱۹۵۵ء کے امتحانات میں اردو میں جواب دینے والے طلبا کے لئے اختیار کیا ہے جبکہ انگریزی میں جواب دینے والے طلبا کے لئے کوئی پابندی نہیں ہے۔ حاضرین جلسہ نے حکومت سے مطالبہ کیا کہ اردو میں جواب دینے والے طلبا کے لئے سپرنٹنڈنٹ امتحانات کی اجازت کافی قرار دی جائے جس طرح کہ انگریزی میں جواب دینے والے طلبا کے لئے سپرنٹنڈنٹ کی اجازت کافی سمجھی گئی ہے۔

تیسری تجویز اردو اور انگریزی تعلیم کو ایک ہی گھنٹہ میں رکھنے سے متعلق تھی۔ اس صورت حال کو نامناسب قرار دیتے ہوئے کہا گیا کہ

اس طرح اردو کی تعلیم ختم ہو جائے گی۔ لہٰذا اس کے واسطے انگریزی سے الگ گھنٹہ مقرر کیا جائے۔

نمائندگان کے قیام و طعام کا انتظام سنٹرل ہوٹل میں تھا مگر کئی مقامات کے نمائندے اپنی سہولتوں کے خیال سے دوسرے مقامات پر بھی ٹھہر گئے تھے۔ نمائندگان کو دعوت چونکہ مرکزی انجمن ترقی اردو ہند کی طرف سے دی گئی تھی۔ اس لئے مرکزی انجمن کی طرف سے خیر بہوروی صاحب نائب معتمد ۳۰؍دسمبر کو لکھنؤ پہنچ گئے تھے۔ تاکہ نمائندوں کی آسائش کے متعلق دیکھ بھال کریں۔

(نامہ نگار)

بنارس ۳۰؍دسمبر ۱۹۵۴ء کو انجمن ترقی اردو بنارس کے عہدے داروں کا انتخاب عمل میں آیا حسب ذیل اصحاب عہدہ دار و رکن منتخب کئے گئے۔

جناب کرشن موہن صاحب ایڈوکیٹ صدر
، حکیم عبد العالی صاحب نائب صدر
، پروفیسر عبد الباری صاحب ،
، مرزا اصغر حسین صاحب ،
، ڈاکٹر محمد عمر صاحب آزاد ،
، منشی شیو پرشاد صاحب جنرل سکریٹری
، منظور الحسن صاحب اسسٹنٹ سکریٹری
، آغا عبد الرشید صاحب منتظر ،
، محمد نذیر صاحب نذیر بنارسی خازن
، محمد ناظم صاحب جیت پورہ رکن
، محمد ادریس صاحب کوتوالی ،
، محمد یوسف صاحب ،
، محمد اکرام صاحب ساغر لالہ پورہ ،
، داتا رسول صاحب چوک ،
، حاجی نور الحق صاحب علوی پورہ ،
، مشتاق احمد صاحب ، ،
، پنڈت رام کمار چوبے صاحب ایم۔ اے عظمت گڑھ ،
، عبد الرشید صاحب بی۔ اے مدنپورہ ،
، ضیاء الدین صاحب ، ،
، حاجی محمد فاروق صاحب ، ،
، عبد الغفار صاحب پیلی کوٹھی ،
، محمد عثمان صاحب ، ،
، حمید اللہ قریشی صاحب ،
، مرزا فرخندہ بخت صاحب شوالہ ،
، عبد القدوس صاحب نہر تنگ چوک ،

جناب سید عبد الشکور صاحب جیت گنج رکن
، قیس صاحب ،

مدراس انجمن تعلیمی مسلمانان سنٹرل ہند کی گولڈن جوبلی (پچاسویں سالگرہ) موزوں طریقے پر منانے کے لئے گولڈن جوبلی کی مجلس انتظامیہ نے چار یومیہ جشن کا پروگرام منظور کیا ہے جو شنبہ ۵ فروری سے سہ شنبہ ۸ فروری تک جاری رہے گا۔

یوم اول :۔ جشن جوبلی کا جلسہ افتتاحیہ شنبہ ۵ فروری ۱۹۵۵ء کو صبح ۱۰½ بجے شروع ہوگا جس کی صدارت کے لئے ایک مقتدر باشان شخصیت کا انتخاب کیا گیا۔ انجمن کے چند اراکین بھی تقریریں کریں گے جلسہ کی کارروائی ۱½ بجے تک رہے گی۔

سہ پہر ۲½ بجے سے ۵½ بجے تک آل انڈیا مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کا ابتدائی جلسہ ہوگا۔ کانفرنس نے صدارت کے لئے مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے وائس چانسلر عالی جناب ڈاکٹر ذاکر حسین خاں صاحب کا انتخاب کیا ہے

۶½ سے ۸½ تک کانفرنس کی مجلس مضامین کا جلسہ ہوگا۔

شب کے ۹½ بجے جوبلی کی محفل طعام اور بزم قوالی مقرر ہے

یوم دوم :۔ یکشنبہ ۶ فروری صبح کے ۱۰½ بجے سے ۱½ بجے مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کا اجلاس جاری رہے گا۔ جس میں تجاویز پر بحث کی جائے گی۔

سہ پہر ۲½ بجے سے ۵½ تک تفریح برادران کا انتظام کیا گیا ہے جس میں اراکین انجمن اور عوام شرکت کر سکتے ہیں۔

بزم آل انڈیا مشاعرہ شب کے ۹½ بجے منعقد ہوگی جس میں ہندوستان کے نامی گرامی شعراء مثلاً مولانا انور صابری۔ خیر بہوروی، ملتفت نظامی، شورش ملیحابادی، عارف عباسی بہرائچی۔ نشور واحدی بلیاوی۔ اور نوح ناروی اور رزاق مرحوم حمید لکھنوی وغیرہ شرکت کریں گے۔

یوم سوم :۔ آل انڈیا اردو کانفرنس کا اجلاس دوشنبہ ۷ فروری ۱۹۵۵ء کو صبح ۱۰½ بجے عالی جناب قاضی محمد عبد الغفار صاحب جنرل سکریٹری انجمن ترقی اردو (ہند) علی گڑھ کی زیر صدارت شروع ہوگا اور کارروائی اجلاس ۱½ بجے تک جاری رہے گی۔

سہ پہر کو اجتماع نسواں مقرر ہے جو صرف خواتین کے لئے مخصوص ہے

یوم چہارم :۔ سہ شنبہ ۸ فروری ۱۹۵۵ء کی صبح ۱۰½ بجے سے ۱½ بجے تک اسلام کے مشہور فلسفی، شاعر اور مولائے طب حضرت شیخ ابو علی سینا کی سہسری سالگرہ منائی جائے گی جشن سالگرہ سہسری کی صدارت سفارت خانۂ ایران کے تمدنی مشیر عالی جناب ڈاکٹر ایم۔ ایچ۔ ایم فریدانی فرمائیں گے۔ سہ پہر شعرائے مسلمانان تامل کا اجلاس ہوگا۔

مجلس استقبالیہ :۔ گولڈن جوبلی کی انتظامیہ کمیٹی نے جوبلی جشن کے انتظامات کے لئے ایک مجلس استقبالیہ کی تشکیل کی ہے جس کی رکنیت ۲۵ روپے دے کر حاصل کی جا سکتی ہے۔

ناگپور

ناگپور (ڈاک سے) ۱۸ر دسمبر: ناگپور میونسپل کارپوریشن کی جنرل میٹنگ میں صوبائی حکومت کے سرکلر مورخہ ۱۰ دسمبر ۱۹۵۴ء بابت اردو پرائمری اسکولز پر غور کیا گیا۔ اس سرکلر میں کارپوریشن کو مشورہ دیا گیا ہے کہ وہ اسکول بند کرنے سے متعلق اپنے فیصلے پر نظر ثانی کرے۔

اول تو موجودہ اردو پرائمری اسکول باقاعدہ جاری رکھے جائیں اگر کارپوریشن ان کو جاری رکھنا چاہتی ہے کہ اسکولوں کو چلانے کے لئے ایک کمیٹی مقرر کرے اور اس کمیٹی کے تمام اخراجات کارپوریشن دے اور تعلیمی ضرورت کا سامان مہیا کرے۔ اس سرکلر میں یہ بھی سفارش کی گئی ہے کہ جن ہندی یا مراٹھی اسکولوں میں ۳۰ - ۴۰ بچے اردو میں تعلیم حاصل کرنا چاہیں تو ان کے لئے علیحدہ اردو کا سیکشن کھولا جائے۔

حیدرآباد

کل حیدرآباد اردو کانفرنس کے انعقاد کے ریاست میں اردو کے تحفظ کی ضمانت مل چکی ہے۔ اس کانفرنس کی حیرت انگیز اور شاندار کامیابی کے باعث ہر فرد نے تسلیم کر لیا کہ حیدرآباد میں اردو کی بھی دیگر منطقہ واری زبان کی طرح حوصلہ افزائی ضروری ہے اور اس کی ترقی کے لئے مساوی امداد دی جانی چاہئے۔ تلنگی، مرہٹی اور کنڑی کے شاعروں اور ادیبوں نے بھی اس مطالبے کی کامل تائید کی اس مطالبے کو منوانے کے بعد یہ ضروری تھا کہ ایسے اجتماعات کئے جائیں جن سے اردو کی ہمہ گیری کا وقتاً فوقتاً ثبوت ملتا رہے۔ اس لئے کہ آج کل لسانی مسائل کو سیاسی عینک سے دیکھنے کی مذموم کوشش جاری ہے اگر اردو کانفرنس معمر محبان اردو کی کوششوں کا حاصل تھی تو اردو فیسٹول قوم کے ہونہار افراد کی کوششوں کا ثمرہ ہے۔ اگر اول الذکر نے ریاست میں اردو کے حالیہ موقف کو مستحکم کیا ہے تو موخرالذکر نے اس کے شاندار مستقبل کی ضمانت دی ہے۔ اس لئے تاریخ حیدرآباد میں ان دونوں اجتماعات کو خاص اہمیت حاصل رہے گی۔

بزم ادب اردو نظام کالج نے محسوس کیا کہ اردو کے موجودہ موقف کو مزید مستحکم کرنے "اردو فیسٹول" کا انعقاد ضروری ہے۔ فیسٹول کے روح رواں مسٹر سعید الدین سلیم بزم اردو اور مسٹر دستگھی نائب صدر بزم اردو نظام کالج تھے۔ یہ فیسٹول کسی ایک کالج کی جانب سے نہیں بلکہ حیدرآباد کے تمام کالجوں کے طلباء و طالبات کی جانب سے منایا گیا۔ ایک "اسٹیرنگ کمیٹی" قائم کی گئی جس میں ہر کالج کو نمائندگی حاصل تھی۔ اس کے صدر مسٹر سعید الدین سلیم (صدر بزم نظام کالج) اور معتمد رشید سبحانی (بدر کالج) تھے۔ ہندوستان میں یہ پہلا موقع تھا جب کہ تمام کالجوں کے طلبا و طالبات نے اردو کی ترویج و اشاعت کو اپنا قومی فرض سمجھ کر کامل اشتراک سے ایسا شاندار عملی مظاہرہ کیا جو نہ صرف حیدرآباد کی عوام کے لئے قابل فخر ہے بلکہ ہندوستان کے ہر گوشے میں اس کی تقلید کی شدید ضرورت ہے۔ اردو فیسٹول ایک شاندار اردو ہفتہ پروگرام کا نقطہ آغاز ہے جو اپنی جداگانہ نوعیت کے باعث بے مثل حیثیت رکھتا ہے

اس سال وقت کی تنگی کی وجہ سے صرف حیدرآباد کے کلیات کے طلباء و طالبات کی طرف سے منایا گیا۔ لیکن آئندہ سال یقیناً کل ہند اساس پر منایا جائے گا۔ یہ اردو دوست احباب کے لئے مژدہ ہے کہ جشن اردو فیسٹول میں ہزاروں افراد کی تین دن تک مسلسل شرکت نے ایک اور ناقابل تردید ثبوت فراہم کیا ہے کہ اردو ہم سب کی زبان ہے اور اس کی حفاظت، ترویج و اشاعت ہم سب کا قومی فریضہ ہے۔

۲۲ر دسمبر ۱۹۵۴ء کو پانچ بجے فیسٹول کا افتتاح کرتے ہوئے مسٹر ہنمنت راؤ نائب وزیر مال حکومت حیدرآباد نے اجتماعی کوشش کی تعریف کی اور نظم و ضبط، جوش و ولولہ پر زور دیا۔ محترمہ اسما عبدالجبار نے خطبہ استقبالیہ پڑھا۔ اور جلسہ کی صدارت میر بلدیہ حیدرآباد مسٹر دھرمی دھر سنگھی نے فرمائی جو آج سے ۲۷ سال قبل بزم اردو اردو نظام کالج کے پہلے صدر رہ چکے تھے۔ آپ نے صدارتی تقریر میں فرمایا کہ "اردو زبان اپنی خوبصورتی و ادب کی وجہ سے مثالی حیثیت کی مالک ہے اصول باہم تعاون کی طرح تمام زبانیں بھی ایک ساتھ ترقی کر سکتی ہیں"۔

سات بجے شام نغمہ کا آغاز ہوا جس کی صدارت کے فرائض ڈاکٹر سید حسین پرنسپل نظام کالج نے انجام دیئے۔

دوسرے دن یعنی ۲۳ر دسمبر کو پانچ بجے سمپوزیم ہوا جس میں مسٹر سعد حسین، مسٹر تقی تنویر، مسٹر شاہد، مسٹر سطاری اور دوسروں نے حصہ لیا۔ عنوان "آزادی ہند میں جدوجہد میں اردو ادب کا حصہ" تھا جناب عبدالقادر سروری صاحب صدر شعبۂ اردو جامعہ عثمانیہ و صدر مجلس مشاورت نے صدارت کی۔ سات بجے سے ڈرامے پیش کئے گئے۔ محفل ڈرامہ کے صدر آنریبل ڈاکٹر چنا ریڈی وزیر رسد و منصوبہ بندی تھے جنہوں نے کلیہ اناث کا ڈرامہ "پارٹی سے پہلے" کو بہت زیادہ پسند کیا۔ ڈراما کمیٹی کے صدر مسٹر سید اطہر علی صدر بزم ادب اردو سائنس کالج تھے۔

۲۴ر دسمبر کو صبح گیارہ بجے سے سمپوزیم شروع ہوا۔ عنوان تھا "آزادی ہند میں بعد اردو ادب" معتمد مسٹر مجتبیٰ حسین تھے۔ ڈاکٹر یوسف حسین خاں صاحب نے صدارت کی۔ حصہ لینے والوں میں مسٹر [illegible] محمود، مسٹر عبدالقادر ہاشمی، مس عباس، سلطانہ قریشی، مسٹر احمد محی الدین اور مسٹر وحید اختر تھے۔

ڈاکٹر صاحب نے اپنی صدارتی تقریر میں فرمایا کہ یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ ہندوستان میں آزادی کے بعد اردو ادب پر جمود چھایا ہوا ہے۔ آپ نے جرمنی کی مثال دی جہاں زمانۂ انتشار میں ادب کو ترقی ہوئی۔ آپ نے کہا کہ وہ اردو ادب کے مستقبل سے مایوس نہیں ہیں۔ اردو دیگر بین الاقوامی زبانوں مثلاً انگریزی و فرانسیسی وغیرہ کے مقابلے میں ترقی نہیں کی ہے اس لئے ڈراما اور ناول کے میدان میں بہت پیچھے ہے۔ فسانۂ آزاد، امراؤ جان ادا کے سوائے کوئی اچھی

تخلیق نہیں ہے۔ لیکن اس کے باوجود اردو نے ہندوستان کی دیگر زبانوں کے مقابلے میں بہت زیادہ ترقی کی ہے۔ آپ نے کہا صرف اردو ادب ہی میں اپنے (Stagnation) نہیں ہے بلکہ اس وقت ہر ادب کا یہی حال ہے۔ جس طرح انگریزی ادب میں برنارڈ شاہ کے بعد کوئی ڈراما نویس نظر نہیں آتا اور اس طرح روسی ادب میں گورکی کے بعد کوئی بڑی شخصیت نہیں ملتی۔ اس طرح اس وقت ادب دنیا میں ایک جمودی دور سے گزر رہا ہے۔

چین کا ذکر کرتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ نئے چین میں بہت اچھے تخلیقی کارنامے ہوئے ہوں گے جن کا ہمیں ابھی علم نہیں ہوا ہے۔ قوم کا زوال ادب کا زوال نہیں بلکہ زوال کے دنوں میں ہی اعلیٰ ادب تخلیق پاتا ہے جس کی مثال گوئٹے۔ نطشے۔ روسو۔ اور والٹیر ہیں۔ آپ نے اردو ادب میں جدید رجحانات کا خیر مقدم کیا۔ فیض کی شاعری کے متعلق فرمایا کہ وہ قدیم و جدید مسنف کی آمیزش ہے۔ اس میں طرز ادا، حسن بیان سب کچھ موجود ہے۔

سہ پہر میں کل ہند سالار جنگ میموریل تقریری مقابلہ، سالار جنگ ہال میں منجانب بزم ادب اردو نظام کالج منعقد ہوا۔ ساڑھے آٹھ بجے شب مشاعرہ شروع ہوا جس میں حیدرآباد کے مشہور شعراء نے حصہ لیا۔

شولاپور بزم ادب شولاپور اپنی پہلی سالگرہ یکم مارچ ۱۹۵۹ء کو بڑے تزک و احتشام سے منا رہی ہے اور اس موقعے کو ایک یادگار دن بنانے کے لئے ایک معیاری ادبی رسالہ "سحر" کا اجرا بھی کر رہی ہے۔ اہل قلم حضرات سے درخواست ہے کہ وہ ذیل کے عنوانات میں سے کسی ایک پر اپنے نگارشات ارسال کریں۔

عنوانات

۱۔ ہندوستان میں اردو کا مستقبل۔
(۲) ملک سے فرقہ پرستی کس طرح ختم کی جا سکتی ہے۔
(۳) کیا ہندوستان تیسری عالمگیر جنگ میں غیر جانبدار رہ سکتا ہے
(۴) روزگار مہیا کرنے والے کار آمد تجربے (طبی نسخے ہرگز نہ بھیجیں)
(۵) بہترین افسانہ
(۶) بہترین جاسوسی کہانی
(۷) زندگی کا کوئی ایک عجیب و غریب سچا واقعہ۔
(۸) زندگی کا کوئی ایک بے اختیار ہنسا دینے والا سچا واقعہ۔
(۹) تین دلچسپ مختصر سوالات (سوالات فلمی و رکیک نہ ہوں)۔

انعامات

(۱)	اول	۵۰	روپیہ	دوم	۲۵	روپیہ	سوم	۱۵	روپیہ
(۲)	〃	۵۰	〃	〃	۲۵	〃	〃	۱۵	〃
(۳)	〃	۴۰	〃	〃	۲۵	〃	〃	۱۵	〃
(۴)	〃	۳۰	〃	〃	۱۵	〃	〃	۱۰	〃
(۵)	اول	۵۰	روپیہ	دوم	۲۵	روپیہ	سوم	۱۵	روپیہ
(۶)	〃	۳۰	〃	〃	۲۵	〃	〃	۱۰	〃
(۷)	〃	۲۵	〃	〃	۱۵	〃	〃	۱۰	〃
(۸)	〃	۲۵	〃	〃	۱۵	〃	〃	۱۰	〃
(۹)	〃	۱۵	〃	〃	۱۰	〃	〃	۵	〃

نگارشات دس فروری ۱۹۵۹ء تک دفتر کو وصول ہو جانے چاہئیں۔

انچارج۔ ماہنامہ "سحر" دفتر بزم ادب۔ ۸۰۳ جمعہ پیٹھ۔ شولاپور

علی گڑھ ۲۷ دسمبر کو مدرسہ علم و عمل ترکمان دروازہ کا سالانہ اجتماع حامد صاحب بانی مدرسہ کے مکان پر منعقد ہوا۔ صدارت اور تقسیم انعامات کے فرائض حاجی محمد زبیر صاحب اسسٹنٹ لائبریرین لٹن لائبریری مسلم یونیورسٹی علی گڑھ نے انجام دیئے۔ ایم۔ ایم بشیر صاحب نے حاضرین کا خیر مقدم کیا اور تعلیم کی اہمیت بتائی۔ جلسہ کا آغاز تلاوت کلام پاک سے ہوا۔ دو کمسن بچوں نے نہایت خوش الحانی کے ساتھ تلاوت کی اور ایک طالب علم نے فریاد کے عنوان سے ایک نظم پڑھ کر سنائی۔

حامد صاحب نے اپنی رپورٹ میں بتایا کہ ۷۵ کے قریب لڑکے زیر تعلیم ہیں اور مدرسہ خود اپنا کفیل ہے۔ تعلیم بالغاں اور دارالمطالعہ کی تجویز بھی زیر غور ہے۔ طلبا اپنا ایک اخبار بھی نکالتے ہیں جس کا ایڈیٹر ساتویں کلاس کا ایک طالب علم شمشاد حسین ہے۔ اخبار کے سلسلے میں ایڈیٹر کی رپورٹ بہت دلچسپ تھی۔ ایڈیٹر صاحبان کے لئے اس میں بہت کافی باتیں قابل غور ہیں ضرورت ہے کہ وہ رپورٹ شائع کی جائے۔

باہر کے ایک مولوی صاحب نیز ایک مقامی مولانا اور مرکزی انجمن ترقی اردو (ہند) کے نائب معتمد خیر پوروی صاحب نے اپنی تقریر میں کہا کہ "بچے قوم کی روح ہیں ان کی تربیت قوم کی تربیت ہے"۔

کبیر خاں صاحب مہتمم جلسہ نے قاضی محمد عبدالغفار صاحب جنرل سکریٹری انجمن ترقی اردو ہند کا پیغام پڑھ کر سنایا جس میں قاضی صاحب نے زبان اور بنیادی تعلیم کے سلسلے میں بہت سی اہم باتیں بتائی تھیں۔

حاجی محمد زبیر صاحب نے تقسیم انعامات کے بعد اپنی صدارتی تقریر میں بچوں کو سچائی اور اعلیٰ اخلاق زندگی بسر کرنے کی طرف توجہ دلائی اور اساتذہ کو مخاطب کرتے ہوئے بتایا کہ یہ فرض ان کا ہے کہ وہ اپنی زندگی کو صاف ستھری بنائیں تاکہ بچے اپنی زندگی میں ان کی زندگی سے روشنی لے سکیں۔

شب میں سیرت پاک کا جلسہ ہوا جس میں بچوں کے علاوہ شہر کے اور بھی کئی اصحاب نے تقریریں کیں۔ مرکزی انجمن ترقی اردو ہند علی گڑھ کی لائبریری کے انچارج محمد حبیب خاں صاحب نے اپنی تقریر میں زبان اور تعلیم کے مسئلہ پر بڑی وضاحت کے ساتھ اپنے خیالات کا اظہار کیا۔

جن بچوں کو انعامات دیئے گئے ان کے نام دوسری اشاعت میں شائع کئے جائیں گے۔ تاکہ ان کی حوصلہ افزائی ہو۔ مدرسہ کے ہیڈ ماسٹر

غفران احمد صاحب کا شکریہ تو ادا ہی نہیں کیا جا سکتا جنھوں نے خاموش طور پر اتنا بڑا کام کیا ہے۔ ان کے پرخلوص کاموں کی داد ہماری نسلیں دیں گی جن کے لئے وہ سب کچھ کر رہے ہیں۔

(نامہ نگار)

بنارس میں اردو کی تحریک

مکرمی اڈیٹر صاحب ہماری زبان۔ تسلیم

ذیل کی چند سطریں اپنے اخبار کی کسی حالیہ اشاعت میں شائع فرما کر ممنون فرمایئے۔

تقریباً چار برس ہوئے کہ بنارس میں انجمن ترقی اردو ہند کے شاخ کی بنیاد بڑی شان و شوکت کے ساتھ ڈالی گئی تھی۔ قاضی عبدالغفار صاحب بنارس تشریف لائے ان کی خدمت میں سپاسنامہ پیش کیا گیا ہے۔ دعوت عصرانہ میں شہر کے ذی اثر صاحب ذوق اور تمام ادبا و شعرا کو مدعو کیا گیا۔ حاجی محمد فاروق صاحب کی عالی شان کوٹھی میں تقریب منائی گئی۔ لیکن افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ بنارس کی شاخ کے وجود میں آجانے کے بعد سے اب سے کچھ عرصہ پہلے تک جب تک وہ زندہ رہی کوئی ایسا کام بھی اس نے نہیں کیا جس کو بنارس ایسے اہم شہر کے لئے مناسب طریقہ کا کام کہا جا سکے۔ دستخطی مہم کے سلسلے میں بھی بنارس کی شاخ نے بحیثیت ادارہ کے کوئی قابل ذکر خدمت انجام نہیں دی جس کو میں ہی نہیں بلکہ صوبائی دستخطی مہم کی طرف سے بنارس آئے ہوئے سفرا اچھی طرح جانتے ہیں۔ بنارس میں دستخطی مہم کا کام شاید نہیں کے برابر ہوتا اگر بنارس کی بادلی پنچایت و دیگر سرداران بنارس اپنے سالانہ کانفرنس میں اس کی تائید میں تجویز پاس نہ کرتے اور اپنے متعلقین کو خاص ہدایت کے ذریعے دستخطی مہم کا کام سپرد نہ کرتے۔ بہرحال عرصہ تقریباً ایک سال ہوئے کہ یہاں کی انجمن ترقی اردو فوت ہو چکی ہے اور اس کے ورثا کون لوگ ہیں۔ باشندگان بنارس کو اس کی کچھ خبر نہیں۔ چند مہینے ہوئے کہ مرکزی انجمن کے نائب سکریٹری و نمائندہ خصوصی جیبر بجوروی بنارس تشریف لائے تھے۔ ان کو یہاں کی صورت حال سے مطلع کیا گیا لیکن تاہنوز انھوں نے بھی ابھی تک یہاں کے لئے کچھ نہیں کیا۔ ان سے میں نے یہ بھی عرض کیا تھا کہ یہاں کی فوت شدہ شاخ کو زندہ کرنا بیکار ہے۔ اس لئے کہ بنارس کے عوام اور اردو داں طبقہ کو خاص طور پر یہاں کی شاخ اور اس کے طریقۂ کار سے کبھی اتفاق نہیں رہا ہے۔ جب کبھی وہ زندہ بھی تھی تو صرف چند خاص احباب تک کے لئے زندہ تھی۔ لیکن اس کی موت بہرحال اردو داں کے لئے باعث سوگ و ملال ہے کیونکہ وہ ایک ایسے کل ہند ادارہ کی شاخ تھی جس کی ولادت کا جشن اہل بنارس نے بڑے دھوم دھام سے منایا تھا، پھر اس کی کیا وجہ ہے۔ کہ اس کی موت پر دو آنسو بہانے والا بھی نہ ہوا۔ اس لئے میں تمام محبان اردو اور بالخصوص ادبا و شعرا بنارس سے بڑے غمگین لہجے میں التماس کرتا ہوں کہ ۱۹۵۵ء میں بنارس کی انجمن ترقی اردو کی وفات کے سلسلے میں یوم سوگ منانے کے سلسلے میں مناسب رائے سے مطلع فرمائیں تاکہ ولادت ہی کے شایان شان یوم وفات بھی منایا جا سکے۔ دیگر اضلاع میں بھی اگر اس قسم کے حادثے ہوئے ہوں تو میں وہاں کے زندہ دل احباب سے بھی استدعا کروں گا کہ وہ بھی جنوری میں سوگ منائیں۔ اردو اخبارات کو اس کی رپورٹ بھیج دیں۔

عبدالرشید

مدن پورہ ـ بنارس

بھوپال کی اردو علاقائی تحریک

رکھیو غالب مجھے اس تلخ نوائی پہ معاف
آج کچھ درد مرے دل میں سوا ہوتا ہے۔

بھوپال اسٹیٹ اردو کنونشن نے اردو علاقائی تحریک کی جو ذمہ داری انجمن ترقی اردو کے سپرد کی تھی اس کو پورا کرنے کے لئے انجمن ترقی اردو کی تشکیل پچھلے ماہ ستمبر میں ہو چکی ہے، اور عام خیال یہ تھا کہ جدید تشکیل و تنظیم کے بعد ذمہ داریاں قبول کرنے اور نئے آنے والے لوگ پورے جوش، عزم و ہمت اور مستقل مزاجی سے اس کام کی تکمیل میں لگ جائیں گے۔ لیکن کئی ماہ کا طویل عرصہ گزر جانے کے بعد یہ بات افسوس کے ساتھ کہی جا رہی ہے کہ انجمن کا کام اس تمام عرصہ میں بہت ہی مایوس کن رہا، اور جس طرح معاصر "کردار" "آرٹ کلچر" اور "ہماری زبان" علی گڑھ نے بھوپال کی اردو تحریک کے بارے میں اظہار خیال کیا ہے وہ اردو دوستوں کو چونکا دینے اور ان میں کام عمل اور جد و جہد کی روح پھونک دینے کے لئے بہت کافی ہے۔ لیکن ہم کو یہ سنکر بہت دکھ ہوا کہ انجمن کی جنرل کونسل کے ممبران نے ایک ہفتہ کے اندر جلسہ طلب کرنے کی جو مانگ کی تھی اس کے مطابق جلسہ نہیں طلب کیا گیا، اور اس کی وجہ سے انجمن ترقی اردو کے ہمدردوں میں بڑی بددلی پائی جاتی ہے۔

ہم نہیں چاہتے کہ اس موضوع پر کچھ لکھیں، جب ہم محسوس کر رہے ہوں کہ کسی فرد یا افراد کے عمل سے اردو کی تحریک کو نقصان پہنچ رہا ہو تو ہم خاموشی سے اس کو برداشت نہیں کر سکتے، اس لئے ہم آج نہایت صفائی کے ساتھ انجمن ترقی اردو کے موجودہ عہدیداران سے مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ اپنے ممبران کی مانگ کے مطابق جلد سے جلد جنرل کونسل کا جلسہ طلب کر کے تفصیلی حالات پیش کریں اور انجمن کے لئے آئندہ کا پروگرام تیار کریں چونکہ اب وقت اتنا نہیں ہے کہ آپس کی الزام تراشیوں اور ذاتی اختلافات میں ضائع کیا جائے۔

آج جو لوگ بھی اردو سے محبت کا دعویٰ کرتے ہیں، اردو کو بھوپال کی علاقائی زبان تسلیم کرتے ہیں اور دستور کے مطابق اس کو تسلیم کرانا چاہتے ہیں۔ ان کا یہ فرض ہے کہ وہ تن من دھن سے اس کام میں لگ جائیں اور ایک لمحہ بھی ضائع نہ کریں اور جو لوگ صرف اردو کا دم بھرتے ہیں لیکن کام کرنا نہیں چاہتے یا صرف نام و نمود کی خواہش رکھتے ہیں، ان کے لئے بہتر راستہ یہی ہے کہ اردو کے ساتھ اپنی زبانی اور اردو کے لئے نقصان دہ "ہمدردیوں" کو واپس لے لیں۔

جماعتوں میں تنقید اور اعتراض کو جماعت کی ترقی کے لئے ضروری سمجھا جاتا ہے۔ اور کام کرنے والے ان سب چیزوں کو برداشت کرنے کے ساتھ کام میں لگے رہتے ہیں۔ ان کے سامنے کسی پرسٹیج یا وقار کا سوال نہیں ہوتا۔ دراصل ان کا کام ہی ان کا وقار ہوتا ہے۔ اگر اچھے ڈھنگ اور پوری دلچسپی کے ساتھ کام کیا جائے تو پھر لوگوں کی محبت اور خلوص خود حاصل ہو جاتا ہے۔ اس لئے یہ ضروری ہے کہ کام کو آگے بڑھانے کے لئے اپنی خامیوں اور کمزوریوں کا تجزیہ کیا جائے۔

ابھی ابھی اطلاع ملی ہے کہ طویل خاموشی کے بعد ۲۶ دسمبر کو انجمن ترقی اردو کی مجلس عاملہ کا جلسہ ہو رہا ہے۔ یہ خبر بڑی خوشی کی ہے لیکن اس سے زیادہ خوشی اس وقت ہوگی جب ہم یہ سنیں گے کہ مجلس کی جنرل کونسل کا جلسہ ہو رہا ہے۔

مجلس عاملہ کے جلسے میں انجمن کے دستور پر غور ہو کر اسے منظور کیا جائے گا اور غالباً اس کے بعد جنرل کونسل میں اسے پیش کیا جائے گا کیا اچھا ہوتا کہ دستور کی بنیادی اصول اور منظوری کے مراحل جلد طے ہو جائیں۔ دوسرا مسئلہ مسٹر شری لال وکیل کا استعفا ہے۔ اس کے بارے میں ہمارے خیال میں مجلس عاملہ کو فیصلہ کرنے کا حق نہیں ہے۔ اس کا فیصلہ تو جنرل کونسل ہی کر سکے گی جس نے انہیں چنا تھا۔ اس لئے اس مسئلے پر مجلس عاملہ کو کوئی فیصلہ نہ کرنا چاہئے۔

خاص طور پر مجلس عاملہ کو انجمن کے ضابطہ الحاق اس کی شاخوں کے قیام اور ممبران کی بھرتی کی طرف توجہ کی ضرورت ہے اور اس کے ساتھ ہی بہت سے تعمیری کام ہیں جن میں شبینہ مدارس وغیرہ شامل ہیں۔

ہم اردو دوستوں سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ اپنے فرائض کو محسوس کریں، ذمہ داریوں کو سمجھیں، اردو کی پکار کو سنیں، اور عمل و جدوجہد کی وہ مثال پیش کریں جو یوپی کے لوگوں نے بغیر کسی نام و نمود اور نمائش کے ۲۰ لاکھ دستخط حاصل کرکے پیش کی ہے۔ ہمیں یوپی کی اردو علاقائی تحریک سے سبق لینا چاہئے، اور بھوپال کو ہمیشہ جدوجہد کے اعتبار سے جو امتیاز رہا ہے اسے برقرار رکھنا چاہئے۔

(روزنامہ افکار ۔ ۲۵ دسمبر ۶۸ء)

اس انجمن کا کیا بنے گا

جس کے کل ۹ ممبر لیکن ۱۴ افراد کی ورکنگ کمیٹی ہو!

— ایم عرفان —

موجودہ دور میں جس قدر سیاسی یا غیر سیاسی تحریکات ابھری ہیں ان کو ارباب اختیار و اقتدار نے ناکام بنانے میں اپنی پوری پوری طاقتی صلاحیتوں سے کام لیا ہے اور ہر ابھرتی تحریک کی نس نس میں تخریب کاری لگائی ہے۔ سرکاری جاسوس اور اقتدار پرست اس میں کسی نہ کسی راستے سے داخل کر دئے گئے، یا خود شامل ہوتے رہے ہیں۔ اور بڑی سے بڑی تحریک چند یوم یا ہفتوں سے زیادہ اپنے وجود کو برقرار رکھنے میں ناکام رہی ہے اور ہر تحریک کے پھیلتے ہوئے بازو پھر سمٹ گئے یا کاٹ کر رکھ دئے گئے ہیں۔

یہی حال بھوپال میں اردو کو علاقائی زبان تسلیم کرانے کی تحریک کا ہوا ہے۔ اردو کنونشن کے بعد کچھ امید بندھ گئی تھی کہ بھوپال میں اردو دوست اس تعمیری پروگرام کو پورے خلوص انفرادی نام و نمود اور سستی شہرت سے بالاتر ہو کر چلائیں گے۔ اور اس نازک دور میں اردو کو بھوپال کی علاقائی زبان تسلیم کرانے میں اپنے آپس کے اختلافات، خود غرضی اور مفاد پرستی کو فراموش کرتے ہوئے ایک ہی مقصد کے لئے ایک ہی قافلہ میں شریک ہو کر منزل مقصود کی راہ پر گامزن ہو جائیں گے۔

لیکن افسوس ایسا نہیں ہوا۔ اردو کنونشن کو مہینوں گذر گئے لیکن اردو کو علاقائی زبان تسلیم کرانے کی تحریک منزل مقصود سے دور ہی نہیں رہی بلکہ کارواں عازم سفر ہونے سے پہلے ہی منزل گر گیا اور ہونا بھی چاہئے تھا۔

اول تو اردو کو علاقائی زبان تسلیم کرانے کی تحریک ایسے لوگوں کے ہاتھوں میں پہنچ گئی تھی جو خود اردو کو زبان ہی نہیں تسلیم نہیں کرتے جس کا اظہار خود وہ اپنی زبان سے کر چکے تھے لیکن وہی منزل افسانہ بن گئے۔

جب کسی تحریک کو چلانے کے لئے اصولوں سے ہٹ کر غیر متعلق عناصر کو ضروری اور لازمی قرار دیا جاتا ہے، وہ آگے چل کر ترقی کے راستے میں رکاوٹ بن جاتے ہیں یا زنجیر کی کمزور کڑی ہونے کے باعث خود ٹوٹ جاتے ہیں اور پھیلتی ہوئی زنجیر ٹوٹ کر چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں میں بٹ جاتی ہے۔

اور یہ ہو بھی کیسے سکتا ہے کہ گس چھوڑے دکھ شاید پچھوں کی طرح پھر ہیں لیکن بڑھ کر گرسی رہیں گے۔ وہی حال حامیان اردو کو علاقائی زبان تسلیم کرانے والوں کا ہوا۔

اردو کنونشن کے بعد بھوپال میں انجمن ترقی اردو میں نئی روح ڈالنے کی کوشش کی گئی، نیا خون بھرا گیا۔ لیکن اس میں ایسے افراد شامل کرلئے گئے جو اردو کنونشن کو ناکام بنانے میں اپنی پوری کوشش سے مصروف تھے، ایک

طرف ہندی اخبارات اردو کنونشن کے دفتر کے دفتر چھاپ رہے تھے۔ اور دوسری طرف پہلے ”اقتدار پرست اور ہرادبی اور سیاسی بساط کے پٹے ہوئے مہرے سرکاری حکام سے سرپاز اور داد کارگزاری اور خراج تحسین حاصل کرنے میں مصروف تھے اور آج ایک بار پھر وہی انجمن ترقی اردو کے حامیان زیست بنے ہوئے ہیں۔

ایک طرف خاموشی۔ اور اس کے بعد اس تعطل سے پریشان ہو کر انجمن ترقی اردو کی جنرل کونسل کے دو درجن سے زائد ممبران نے بعض ذمہ دار عہدہ داران پر عدم اعتماد کا اظہار کرتے ہوئے صدر انجمن کو جنرل کونسل کا اجلاس طلب کرنے کے لئے ایک ہفتہ کا نوٹس دیا۔

لیکن !　　ہفتہ گزر گیا　　دوسرا ہفتہ گزر گیا

اور آج تک کونسل کا اجلاس طلب نہ ہو سکا۔

جواب آیا ”انجمن کے کل ۹ ممبر ہیں اور دستخط کنندگان کی بیشتر تعداد ایسی ہے جو انجمن کی باقاعدہ ممبر نہیں ہیں“

یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ جس انجمن کی ورکنگ کمیٹی ۲۱ افراد پر مشتمل ہو اور باقاعدہ ممبروں کی تعداد صرف ۹۔ تو اس ورکنگ کمیٹی کو کیا کہا جائے گا اور بقیہ ۱۲ ممبران کو انجمن ترقی اردو کو فروغ دینے یا اردو کو علاقائی زبان تسلیم کرنے والوں کی صف میں شامل کیا جا سکتا ہے۔ کیا ان سے توقع کی جا سکتی ہے کہ وہ خلوص نیت اور کامل دیانتداری کے ساتھ اردو دوستی کا علم تھامے ہوئے ہیں کیا وہ اس قابل ہیں کہ ان کو ایک منٹ کے لئے بھی برداشت کیا جا سکے جو انجمن ترقی اردو کے سامان زینت بنے ہوئے ہیں۔ اور آج بھی گوشۂ انجمن سے دعوت نظارہ دے رہے ہیں۔ ان کی ساعدتیں اور چاق پنڈلیاں تعمیری راہوں پر گامزن نہیں۔ مردہ لاش کی طرح بے حس و حرکت نظر آتے ہیں۔ اور اس لئے آج تک انجمن ترقی اردو کا نہ تو انجمن ترقی اردو (ہند) سے الحاق ہی ہو سکا اور نہ صدر جمہوریہ ہند کی خدمت میں اردو کو بھوپال کی علاقائی زبان تسلیم کرنے کے سلسلے میں عرضداشت ہی ارسال ہو سکی۔

تو پھر اس ورکنگ کمیٹی کا کیا بنے گا ؟

اب اس ورکنگ کمیٹی کا کیا بنتا ہے کیا نہیں۔ لیکن یہاں تو سوال ہے اس اصل مشن کا کیا ہوگا جس کے لئے یہ سب کچھ ہوا۔

ہمارے علم میں ہے کہ آج ملک کے مختلف گوشوں سے اردو کو علاقائی زبان تسلیم کرنے کے سلسلے میں عرضداشتیں برابر صدر جمہوریہ ہند کی میز تک پہنچ رہی ہیں اور حامیان اردو ہر جانب اپنی کوششوں میں مصروف ہیں۔

لیکن ایک بھوپال ہے کہ جہاں ابھی تک نہ ممبر سازی کی گئی نہ کوئی آئین ہے۔ نہ دستور۔ اور نہ ”انجمن ترقی اردو ہند“ سے الحاق۔

بس اللہ کی ایک آزاد مخلوق ہے جو کسی ارادے یا مقصد بغیر ایک جماعت کہی جاتی ہے اور جس کے افراد کا سارا وقت آپس کے ذاتی اختلافات میں صرف ہو رہا ہے یا ذاتی مفاد اور سستی شہرت کا مرکز بنا ہوا ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ورکنگ کمیٹی نے یہ طے کیا ہے کہ مکمل سکوت اختیار کر لیا جائے اور صرف دعاؤں، وظیفوں اور گنڈے تعویذ کے بل بوتے پر یہ امید موہوم رکھی جائے کہ صدر جمہوریہ ہند کا دل خود بخود موم ہو کر اردو کو بھوپال کا علاقائی زبان تسلیم کرنے پر مجبور ہو جائے گا۔ اور ہم فاتحانہ انداز میں اپنی فتح و نصرت کے ترانے گنگناتے نظر آئیں گے۔

اردو کنونشن نے اردو کو کوئی فائدہ نہیں پہنچایا لیکن ایک بات ضرور پیدا ہو گئی۔ یعنی مخالفین اردو کو اس کی کاٹ چھانٹ کرنے اور اس کو بیخ و بنیاد سے اکھاڑ پھینکنے کے لئے چونکا دیا گیا اور سوئے ہوئے فتنے جاگ اٹھے۔ خواہ وہ اپنے مقصد میں پوری طرح کامیاب نہ ہو سکے یہ خود ان کی اپنی کم نصیبی ہے۔

اور کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو بیرونی سیاسی پارٹیوں کے چشم ابرو پر رقص کرنے پر مجبور ہیں۔ صاف صاف اردو کو علاقائی زبان تسلیم کرنے سے گریز بھی کرتے ہیں اردو کی گردن سے اپنے پنجے کی گرفت بھی ڈھیلی کرتے نظر نہیں آتے۔

اگر موجودہ انجمن کچھ کرنا نہیں چاہتی تو پھر صرف ایک ہی بات رہ جاتی ہے کہ فوری ایک متوازی جماعت بنا کر اس کا الحاق مرکزی جماعت سے کیا جائے اور ایک عرضداشت صدر جمہوریہ ہند کی خدمت میں جلد از جلد ارسال کی جائے تاکہ وقت سے فائدہ اٹھایا جا سکے۔

یا پھر حامیان اردو یہ بتائیں کہ اردو کا کیا ہوگا ؟

(آرٹ کلچر - ۱۵ دسمبر)

انجمن ترقی اردو شاخ علی گڑھ کا نیا انتخاب

انجمن ترقی اردو شاخ علی گڑھ کے صدر حکیم آنند سروپ صاحب بسمل کے اخباری اعلان اور عام ممبر سازی کے بعد حامیان اردو علی گڑھ کا ایک عام اجتماع مسلم مسافر خانہ میں ۲۸ دسمبر ۱۹۷۵ء کو منعقد ہوا جس کی صدارت آل حسن صاحب اختر نے فرمائی جلسے میں ہندو، مسلمان، سکھ اور دوسرے اردو دوست اصحاب کافی تعداد میں شریک ہوئے۔ حکیم آنند سروپ صاحب بسمل نے اپنی افتتاحی تقریر میں فرمایا کہ ”اردو ہندوستان کی مشترکہ زبان ہے یہ کبھی فنا نہیں ہو سکتی۔ اگر ہماری کوششیں اس کو برقرار رکھنے کے سلسلے میں جاری رہیں۔ انھوں نے یہ بھی کہا کہ میں نے ہمیشہ اردو کی خدمت کو اپنا فرض سمجھا ہے اور میں آخری سانس تک اس کی بے لوث خدمت کرتا رہوں گا۔ خواہ انجمن سے میرا تعلق باقی رہے یا نہ رہے۔

حکیم صاحب کی تقریر کے بعد فوق کریمی صاحب نے اپنی

تقریر میں حکیم صاحب کی خدمات کا ذکر کیا اور بتایا کہ آج کی اردو دنیا کو حکیم صاحب کی کتنی ضرورت ہے اسے بھولنا نہ چاہیے اس کے بعد حاضرین نے حکیم صاحب سے مستدعا کی کہ وہ اپنے منصب سے مستعفی نہ ہوں اور حسب ذیل اصحاب اتفاق رائے سے انجمن کے عہدہ دار منتخب ہوئے۔ اور صدر کو اختیار دیا گیا کہ وہ مجلس منتظمہ کے اراکین نامزد کر لیں۔

حکیم آنند سروپ صاحب بسمل　　صدر

صاحب سنگھ صاحب مہرا　　نائب صدر

پرشیری سہائے صاحب ماتھر ایم۔ اے ایل ایل بی علیگ جنرل سکریٹری

شاہد حسن صاحب اور
شوکت علی صاحب حیرت　　جوائنٹ سکریٹری

مولوی نظام الدین صاحب۔　　پروپگنڈہ سکریٹری

بشیر الدین صاحب　　خازن

۱۰ جنوری کو حکیم آنند سروپ صاحب بسمل نے حسب ذیل اصحاب کو مجلس عاملہ میں شامل کیا۔ مولوی فاروق۔ ارشد الزماں۔ سید ملک حسن اختر۔ محمد ناصر انجم۔ سردار بھائی جی رنبیر سنگھ۔ غوث محمد غوسی منظر جلیسری۔ محمد ادریس نادم۔ حفیظ انصاری بی۔ اے۔ احمد اللہ خاں صاحب مختار۔ حافظ محمد عثمان۔ حکیم اللہ بسمل۔ شوق کریمی اور نائب صدر نے یہ بھی اعلان کیا گیا کہ ۱۰ جنوری کو مجلس عاملہ کا پہلا اجلاس ہوگا۔ جس میں یوم شبلی کا پروگرام مرتب ہوگا اور اس کی مجلس استقبالیہ بنائی جائے گی۔

حیات اجمل

اس کے مرتب قاضی محمد عبد الغفار صاحب ہیں۔ اس سوانح حیات کا بہت دنوں سے انتظار تھا اس میں مسیح الملک حکیم اجمل خاں صاحب کی صرف سوانح عمری ہی نہیں بلکہ اس دور کی پوری سیاسی تحریک کا خاکہ پیش کیا گیا ہے۔ جس سے حکیم صاحب مرحوم کے عظمت و کردار کا پتہ چلتا ہے۔ اس کتاب کی بڑی خوبی مصنف کے انداز بیان کی دلکشی بھی ہے جس کے متعلق بمبئی کے اخبار "بھارت جیوتی" نے لکھا ہے کہ:

قاضی محمد عبد الغفار نے جو اردو کے بہت بڑے عالم اور انشا پرداز ہیں ایک عظیم الشان شخصیت کی سوانح حیات لکھ کر بڑی خدمت انجام دی ہے۔ یہ کتاب اس زمانے کی سیاسی انقلابات کی ایک مستند تاریخ ہے قیمت مجلد ۸ روپے

ہماری زبان میں تبصرے کے لئے ہر کتاب کے دو نسخوں کا آنا ضروری ہے۔

تبصرے

بیکراں

جگن ناتھ آزاد۔ ناشر مکتبہ شاہراہ۔ دہلی صفحات ۲۵۲ کتابت و طباعت عمدہ۔ کاغذ اوسط۔

کتاب کے فلیپ پر جوش ملیح آبادی، احتشام حسین، کرشن چندر اور حفیظ جالندھری کی رائے دیکھ کر اور کتاب کے اندر فراق گورکھپوری اور قاضی عبد الغفار کی تحریریں پڑھنے کے بعد کچھ زیادہ کہنے کی گنجائش نہیں رہ جاتی۔

پھر بھی پورے مجموعے کو دیکھنے کے بعد جو تاثر قائم ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ شاعر پر اقبال کا بہت زیادہ اثر ہے اور اس بات کا اندازہ نہ صرف تضمینات سے ہوتا ہے بلکہ دوسری نظموں کو بھی دیکھ کر ہوتا ہے جن میں اقبال کا لب و لہجہ صاف جھلکتا ہے "آزاد و اقبال" بالکل "پیر رومی و مرید ہندی" کا چربہ ہے "استفسار" کو دیکھنے کے بعد فوراً اقبال کی نظم "خفتگان خاک سے استفسار" ذہن میں گونج جاتی ہے۔ اس نظم میں اور اقبال کی نظم میں صرف یہی فرق ہے کہ اقبال کی نظم [illegible] مختصر ہے اور یہ نظم طویل اور مستعار ہے "سوامی رام تیرتھ" اور دوسری نظموں میں بھی یہی رنگ نظر آتا ہے۔ طرز اقبال اختیار کرنا عیب نہیں ہے۔ مگر یہ شرط ضروری ہے کہ مثلاً اقبال کے پائے کا مفکر بھی ہو۔ اس لئے کہ اقبال کی پیروی میں اس تحریک کا جو انجام ہوا وہ ہمارے سامنے ہے۔ بغیر فکر کی بنیادوں کے نظم شکل تراکیب اور مستعار خیالات کا ایک مجموعہ بن کر رہ جاتی ہے۔

آزاد چونکہ تقسیم، نہ نکلوں چکان داستانوں کے شاہد رہ چکے ہیں اس لئے ان کی اکثر نظمیں انہی حادثوں سے متاثر ہیں۔ مثال کے طور پر "۱۵ اگست شکست کی محفل" "ہندوستان کے راہزن" "وطن میں آخری رات" "آزادی کے بعد" وغیرہ پیش کی جا سکتی ہیں۔ اس نوع کی نظموں میں "پناہ گزین" سب سے اچھی نظم ہے۔ "سفر میں ایک شام" اور "چاندنی رات" "دلی کی حالت" خوبصورت نظمیں ہیں۔ مگر "چاندنی اور پھلواری میں" اور "لوٹو آن انڈریو" ہلکی نظمیں ہیں اس مجموعے میں آزاد کی چند فارسی کی رباعیات، اور آخر میں ان کی مشہور نظم اردو بھی شامل ہے۔

فانوس خیال

اے جے اردو سیمینار مدراس کا سالنامہ ہے اور یہ سیمینار مدراس کے اردو داں طبقے کی ذوق کی تسکین کے لئے قائم کیا گیا ہے۔ اس لئے اس کے بانی اور چلانے والے مبارکباد اور شکریہ کے مستحق ہیں اور یہ ہمارے لئے فخر کی بات ہے کہ مدراس جیسے دور دراز مقام پر

بھی اردو بولنے والے، پڑھنے والے اور اردو سے دل چسپی رکھنے والے اصحاب کا نقصان نہیں ہے۔ اس رسالے میں غزلیں، نظمیں، افسانے اور مختلف موضوعات پر مضامین ہیں۔ لکھنے والوں میں زیادہ تر جنوبی ہند ہی کے لوگ ہیں۔ اگرچہ مضامین اور نظموں کا معیار بہت بلند نہیں ہے، پھر بھی یہ بات قابل اطمینان ہے کہ ایک اجنبی خطے میں اردو سے دل چسپی رکھنے والے ایسا لکھ لیتے ہیں۔

”مچھلی کا شکار“ موپساں کا مشہور افسانہ ہے لیکن اس کا ترجمہ اس سے پہلے کئی بار چھپ چکا ہے۔

”دل“ سوانی دلچسپ مضمون ہے۔ اس کے علاوہ پروفیسر سرور کی، میکش اکبر آبادی، عزیز ماسیانی کے مضامین بھی اچھے ہیں۔

یہ رسالہ ایک بڑی ضرورت کو پورا کرتا ہے اور اردو زبان کی کافی خدمت کر سکتا ہے۔ اگر مضامین کو ذرا اور بلند کیا جائے، اور جنوبی ہند کے لکھنے والوں سے فرمائش کر کے عمدہ مضامین لکھوائے جائیں۔

نیا چیکوسلواکیا

اطہر پرویز۔ انڈین لٹریچر سوسائٹی۔ جامعہ نگر دہلی۔ قیمت ایک روپیہ آٹھ آنے صفحات ۱۱۲ کتابت و طباعت عمدہ، کاغذ معمولی۔

جیولیس فیوچک کا چیکوسلواکیا مشرقی یورپ کا ایک چھوٹا سا ملک، لیکن ادھر چند سالوں میں اس نے جو ترقی کی ہے۔ وہ ہندوستان جیسے عظیم ملک کے لئے بھی قابل رشک نمونہ ہے۔

چیکوسلواکیا برابر ترقی کی راہ پر آگے بڑھتا چلا جا رہا ہے اس مسلسل ترقی اور قابل رشک خوش حالی کا کیا سبب ہے؟ مصنف نے اس سوال کا جواب دینے کی کوشش کی ہے۔ کتاب کافی معلوماتی ہے جس کو آسانی کے لئے دو حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ پہلے حصے میں چیکوسلواکیا کی مختصر تاریخ پیش کی گئی ہے۔ اور دوسرے حصے میں وہاں کی حکومت کے کارناموں پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ اطہر پرویز صاحب نے یہ حالات وہاں جاکر خود نہیں دیکھے ہیں، لیکن جو حضرات وہاں پر کافی دنوں رہ کر آئے ہیں۔ ان کے بیان میں اور اطہر صاحب کے بیان میں مطابقت ملتی ہے۔

چیکوسلواکیا کے عوام کے دلوں میں ہندوستان اور ہندوستانی عوام کے لئے کافی احترام پایا جاتا ہے۔ اور وہ ہندوستان کے بارے میں جاننے کے بے حد خواہش مند رہتے ہیں۔ ایسی صورت میں ہمیں بھی ایک دوست ملک کے حالات زیادہ سے زیادہ جاننے چاہئیں۔ یہ کتاب اس سلسلے میں کافی مدد کر سکتی ہے۔ یوں تو کتاب میں مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی گئی ہے مگر تہذیبی ترقی کا پہلو بے حد تشنہ ہے۔

ضرورت اس بات کی بھی ہے کہ جو لوگ وہاں کافی دنوں تک رہ آئے ہیں، وہ اپنے تجربات اور مشاہدات کو تحریری صورت دے کر زیادہ سے زیادہ لوگوں تک پہنچائیں۔

انجمن کی نئی کتابیں

سریلے بول

بہ زبان ہندی۔ قیمت ایک روپیہ آٹھ آنے۔

اس کتاب میں عظمت اللہ خاں صاحب کے منتخب گیت ہیں۔ جو اس فن کے باکمالوں میں تھے۔ اور اپنے انداز بیان کی انفرادیت کی وجہ سے اس کے امام سمجھے جاتے ہیں۔

دھمپد

مہاتما بدھ کے تعلیمات کا منظوم اردو ترجمہ ہے جو بدھ مت کی تعلیم کا بنیاد ہے۔ ترجمہ لفٹیننٹ ویشیشور پرشاد منور لکھنوی نے کیا ہے جو ترجمے کے گُر سے واقف ہیں۔ اور جن کے ترجمے وقعت کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں۔

قیمت مجلد تین روپے

میر تقی میر

(مرتبہ ڈاکٹر خواجہ احمد فاروقی) دہلی یونیورسٹی

ملک کے بہترین ادیب اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ میر کے متعلق ڈاکٹر فاروقی کا مطالعہ بہت گہرا اور وسیع ہے اور اس کتاب کے دیکھتے ہی سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ آج تک میر کی سوانح اور کلام کے متعلق اس سے بہتر کتاب نہیں لکھی گئی۔ اس کتاب کی ایک نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ فاضل مؤلف نے میر کے زمانے کے تاریخی حالات کو ان کی پوری زندگی اور شاعری کا پس منظر بنایا ہے۔ اور اس طرح ایک تاریخی فریم میں میر کی سیرت کا عکس پیش کیا ہے۔

ابھی تک اردو ادب میں بہت کم ایسی کتابیں لکھی گئی ہیں جس میں تاریخی پس منظر کے ذریعے سے سیرت اور کردار کا مطالعہ کیا گیا ہے۔ انجمن اس بات کو اپنا ایک کارنامہ سمجھتی ہے کہ اس نے ڈاکٹر فاروقی سے ایک اچھی کتاب لکھوائی۔ جو تاریخ ادب کے مطالعے کا ایک نیا راستہ پیدا کر دیا ہے۔

قیمت بارہ روپے فی جلد

مرقع افغان

(تالیف مولانا ابرار حسین فاروقی۔ ایم۔ اے)

افغانوں کے لودھی خاندان کے دور حکومت کی ایک مختصر تاریخ ہے جس میں اس عہد کی قدیم تاریخوں سے مدد لی گئی ہے۔ جن تاریخ نگاروں اور ادیبوں نے اس کتاب کو دیکھا وہ فاضل مؤلف کی محنت کو سراہتے ہیں۔

قیمت تین روپیہ چار آنے

پرنٹر پبلشر قاضی عبدالغفار نے نیشنل پرنٹرز کمپنی میں چھپوا کر مرکزی دفتر سے شائع کیا